باب التقریظ والانتقاد

تبصرے

از عبداللہ طارق

تعلیمی چہل حدیث۔ از مولانا محمد وحید الدین قاسمی۔ کتابت وطباعت دیکھنے کے قابل۔ سائز متوسط (۲۲x۱۸/۸) ضخامت ۱۰۴ صفحات۔ قیمت چھ روپے مع خوبصورت جلد۔ مصنف کے اس پتہ سے مل سکتی ہے ۵۴۳۲۳۔ کوچہ رحمان۔ چاندنی چوک دہلی ۶۔ دہلی اور دیوبند کے اور بھی متعدد کتب خانوں سے مل سکتی ہے۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں چالیس حدیثیں تعلیم کے موضوع پر ترجمہ و تشریح کے ساتھ جمع کی گئی ہیں، ترجمہ کی صحت وسلاست کے لئے مولانا وحید الدین قاسمی صاحب کا نام ہی کافی ضمانت ہے، مولانا موصوف ایک طویل عرصہ تک مسلمانوں کی ایک سب سے بڑی اہل علم کے ایسے بڑے بڑے کاموں کے ذمہ دار اور روحِ رواں رہے ہیں کہ ان میں کا ایک کام بھی کسی شخص کے لئے باعثِ افتخار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک عرصے تک خاص طور پر مدارس کی نگرانی نے موصوف کو تعلیمی مسائل کی خصوصی سوجھ بوجھ عطا کر دی ہے انہی تمام تجربات کی روشنی میں انھوں نے یہ احادیث مرتب کی ہیں۔ کتاب کے شروع میں کئی اہل علم حضرات کے تاثرات کے علاوہ فاضل مؤلف نے ایک مفصل پیش لفظ یا مقدمہ بھی لکھا ہے جو اہل علم حضرات کے لئے خصوصی توجہ کا طالب ہے جس میں انھوں نے فریضۂ جہاد کی طرف بھی پُر زور طریقے پر توجہ دلائی ہے۔

یہ بات توجدا ہے کہ اس موضوع پر توجہ دلانے کے لئے یہی کتاب موزوں تھی یا کوئی مستقل کتاب علیحدہ سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر یہ بات بہرحال توجہ طلب ہے کہ یہ طریقہ آج عوام وخواص کے ذہنوں سے تقریباً نسیاً منسیا ہو کر رہ گیا ہے اس کے لئے وقت اور موقع کیا ہو؟ تیاری کس طرح کی اور کتنی ہو؟ کیا اس کی عملی شکل ہو؟ یہ سب باتیں بعد کی ہیں اصل سوال تو اس کی طرف توجہ کرنے کا ہے۔ سب سے بڑا امتیاز اس کتاب کا یہ ہے کہ حدیثوں سے زندہ اور آج کے پیش آمدہ مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فاضل مصنف نے ایک حدیث کے مضمون کی مناسبت سے ماضی قریب کے اہم علماء کرام کی ایک فہرست بھی دی ہے جس کے اخیر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ

کے نام ہیں اور پھر لکھا ہے کہ "ان کی جگہ آج تک ان حضرات کا کوئی مثیل و ثانی پیدا نہیں ہو سکا" پھر لکھا ہے
"یوں تو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے یقیناً آج بھی کسی جگہ علماء حق کے جانشینوں میں کوئی عالم باعمل ضرور موجود ہوں گے لیکن ۱۹۶۲ء تک عمومی طور پر علم و عمل کے جو عظیم پیکر علماء حق بڑی تعداد میں موجود تھے ان کی مثالیں آج بہت کم بلکہ نایاب ہیں۔" (ص ۵۹)

یہاں دو حقیقتیں بڑی قابلِ توجہ ہیں:-

(۱) ایک تو یہ کہ ہر شخص جب عظیم ہستیوں کی فہرست بناتا ہے تو اپنے معاصرین کو چھوڑ کر ان سے اوپر ہی کے لوگوں کو لیتا ہے فرض کیجئے اسی فہرست کے کسی فرد سے آج سے پچاس سال قبل یہ کہا جاتا کہ عظماء رجال کی فہرست بنا لیجئے تو یقیناً وہ خود کو اور اپنے معاصرین کو چھوڑ کر فہرست بناتا۔ اس کے برخلاف اگر فاضل مصنف کے کسی خورد سے یہ فہرست بنوائی جائے تو اسی فہرست میں آج بہت سے تازہ نام شامل ہو سکتے ہیں جن میں خود فاضل مؤلف کا نام بھی ہوگا۔ آخر آج کے مشاہیر میں مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی جن کی ٹکر کا اس پوری فہرست میں دو ایک کو چھوڑ کر کوئی بھی محدث نہیں اور مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مولانا [illegible] میاں صاحب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب مرحوم مولانا عبید اللہ صاحب مبارک پوری مولانا فضل اللہ صاحب علیگڈھی مرحوم مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مرحوم مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی اور بہت سے موجودہ حضرات کو کیا کل تیار ہونے والی عظماء رجال کی فہرست میں بجا طور پر جلی قلم سے نہیں لکھا جائے گا؟ جبکہ آج ان کے معاصرین ان کو شمار نہیں کرتے۔

آج سے پانچ سو سال قبل جلال الدین سیوطی اگر کوئی عظماء رجال کی فہرست بناتے تو وہ اپنے معاصر شمس الدین سخاوی کا نام کبھی نہ درج کرتے مگر آج جب اس دور کے محدثین و مورخین کی فہرست بنے گی تو سیوطی کے ساتھ سخاوی کا نام آئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۲) دوسری اہم حقیقت یہ ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک کوئی سے دو انسان ہمہ وجوہ یکساں نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں ایک انسان اور اسی طرح ایک عالم و بزرگ و مصلح میں جو خصوصیات ہیں ہو بہو وہ تمام خصوصیات کسی دوسرے میں نہیں ہو سکتیں، اس لئے کوئی ہستی کسی دوسری ہستی کی جگہ پورے

طور پر نہیں رہ سکتی ـــــ اس سب کے باوجود اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علم و صلاح میں روز افزوں تنزّل ہے، حدیث نبوی ہے۔

لا یاتی علیکم عام ولا یوم الا والذی بعدہٗ شر منہ حتی تلقوا ربکم (احمد، بخاری، ابن ماجہ عن انس رض) — تم پر جو سال اور جو دن بھی گذر رہا ہے اس کے بعد والا سال اور دن اس سے بُرا ہی آرہا ہے یہاں تک تم اسی حالت میں اپنے رب سے جا ملو گے۔

یعنی قیامت تک یہی حال رہنا ہے، مگر اس فساد زمان اور قحط الرجال کا بہت زیادہ احساس کرنے اور احساس دلانے سے اندیشہ ہے کہ کہیں ملّت کے عزم و حوصلے میں پستی اور اس کی پیش قدمی میں کمی نہ واقع ہو جائے یسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا (احمد، بخاری، مسلم، نسائی عن انس رض) ؎

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کی نئی نسل کے سامنے مرحومین پر مایوسی کے آنسو بہانے کے بجائے اُن کو اسی خاک سے نئے آفتاب پیدا کرنے کا حوصلہ بخشا جائے

"آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک"

حدیث نبوی ہی نے ہمیں یہ امید افزا اور حوصلہ پرور مژدہ سنایا ہے کہ

مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ (احمد، ترمذی عن انس رض۔ واحمد عن عمار بن یاسر رض وابو یعلی عن علی رض والطبرانی عن ابن عمر رض وابن عمرو رض) — میری امت کی مثال بارش کی سی ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ شروع دور کی بارش زیادہ بہتر ہے یا بعد کی۔

حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم کے تحت صفحہ ۵۵ پر فاضل مصنف نے حدیث کی ایک خالص فنی بحث یہ چھیڑ دی کہ اس حدیث کے اخیر میں "مسلم" کے بعد "مسلمۃ" بھی درست ہے اور یہ کہ جن لوگوں نے اس کو غیر ثابت کیا ہے وہ غلط ہے۔ چنانچہ کتاب میں مسلمۃ کے ساتھ پوری حدیث نقل کی گئی ہے ـــــ یہاں ہم صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ مسلم کے لفظ میں مسلمۃ بھی خود بخود ملحوظ ہے مگر جہاں تک مسلمۃ کے لفظ کے ثبوت کا تعلق ہے تو صحیح بات یہی ہے کہ اس حدیث کے کسی بھی طریق میں یہ لفظ موجود نہیں ہے، فاضل مؤلف نے ابن ماجہ اور مسند اعظم میں اس کی موجودگی لکھی ہے

یہ بھی درست نہیں ہے نہ سنن ابن ماجہ کے مصری و ہندوستانی نسخوں میں ہے اور نہ مسندِ امام اعظم (ص۱۷ مطبع محمدی دہلی سنہ ۱۲۸۲ھ) میں۔ اس کے علاوہ اور جہاں کہیں بھی یہ لفظ موجود ہے وہ کتابت کی غلطی یا کسی راوی کا وہم ہے۔

علامہ شمس الدین سخاوی نے المقاصد الحسنۃ ص۱۳۱ میں لکھا ہے کہ بعض مصنفین نے اس کے آخر میں ومسلمۃ کا اضافہ بھی کیا ہے ولیس لہا ذکر فی شیٔ من طرقہ وان کان معناہا صحیحا (اس کے کسی بھی طریق میں اس کا ذکر نہیں ہے اگرچہ معنی کے لحاظ سے یہ درست ہے) سخاوی کا یہی قول علامہ زبیدی نے شرح احیاء العلوم ص۹۸ میں نقل کیا ہے اور یہی بات علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار کے خاتمہ میں لکھی ہے فرماتے ہیں:۔ وَ اَلحَقَ البعض ومسلمۃ ولیس فی طرقہا کلہا۔ (ج ۳ ص۵۱)

یہاں یہ بتا دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۳۳ میں یہ لکھا ہے کہ ایک روایت میں مسلمۃ بھی آیا ہے مگر ملا علی قاری کی یہ بات قابلِ تسلیم نہیں جبتک کہ وہ اس روایت کا حوالہ نہ دیں۔ بالخصوص فن حدیث کے ماہرین کے مذکورہ بیانات کی موجودگی میں ۔۔۔

کتاب کے آخر میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم وصیت قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے سمجھنے سمجھانے کے بارے میں درج کر کے مسلمانوں کو قرآن مجید کے ساتھ خاص دلچسپی پیدا کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتابت کی بعض خامیوں پر بھی توجہ دلا دی جائے مثلاً صفحہ ۳۳ سطر ۹ میں اغفرھم کا اغفرلھم ہونا چاہیئے، ص۵۹ سطر ۱۲ میں رحمہم اللہ علیہم اجمعین ہے اس کی جگہ یا تو رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہو یا پھر رحمہم اللہ اجمعین ہو اسی صفحہ پر چودھویں سطر میں متنبی کا ایک شعر ہے اس میں وما انبینا۔ اور یعجز نا کی جگہ وما اتین اور یعجزن ہونا چاہیئے۔ ص۶۵ پر جھگڑہ دو جگہ اخیر میں ھا سے لکھا ہے الف سے ہونا چاہیئے ص۶۶ سطر ۵ میں منتہٰہ کے بجائے منتہاہ الف سے ہونا چاہیئے ص۶۷ سطر ۲ شیاءً کو شیئًا لکھنا چاہیئے۔ ص۷۷ سطر ۹ میں دوسری جگہ خدمت کے بجائے عبادت ہونا چاہیئے۔ ص۸۷ سطر ۱۲ میں نظر ظاء کے بجائے ذال سے ہونا چاہیئے۔ یہ چند چیزیں اس لئے واضح کر دی گئیں کہ